سکوت علیؑ: ایک انوکھی خطابت

عمادالعلماء علامہ سید علی محمد نقوی صاحب مدظلہ

دنیائے فکر و علم متفق ہے کہ علیؑ تاریخ انسانی کے عظیم ترین خطیبوں میں سے تھے۔ نہج البلاغہ کے ایک ہزار صفحات پر فصاحت و بلاغت کے موتی بکھرے پڑے ہیں، زور بیان اور قوت گفتار کے چشمے آج بھی ابل رہے ہیں۔ عالم یہ ہے کہ جمالِ ذات باری پر گہرافشانی شروع کی تو لطافت مجسم کو اس انداز میں پیش کر دیا کہ انسانی وجدان کے تار تھرتھرا اٹھے قہر خداوندی کی تصویر کشی کی تو جلال وجبروت کے وہ منظر نظروں کے سامنے ابھرے کہ انسان کانپ کانپ اٹھے، تخلیق کائنات کا تذکرہ ہوا تو سامع زمانوں کی خلیج پار کرتا عالم تصور میں اس منزل تک پہنچ گیا کہ دوراول اور عمل تخلیق کا اپنی آنکھوں سے نظارہ کرتا محسوس کرنے لگے، قرب قیامت کے حالات کا ذکر ہوا تو کتاب وجود کے صفحات اس تیزی کے ساتھ پلٹ گئے کہ ایک لمحہ میں ہم نظام عالم کو درہم برہم ہوتا محسوس کرنے لگے، قبل بعثت، عرب کی حالت بیان کرنے پر آئے تو اس طرح تصویر کھینچی کہ بڑے بڑے مورخ انگشت بدنداں رہ جائیں وہ تیرہ و تار زمانے، نظروں کے سامنے گھوم جائیں جب دین کے بندھن شکستہ یقین کے ستون متزلزل اور نکلنے کی راہیں تیرہ و تار تھیں۔ طلوع اسلام کی مرقع کشی کو تو روشنی کا سیلاب موجیں مارتا محسوس ہونے لگا، نور کی وہ بارش ہوئی کہ آنکھیں چکا چوندھ ہو جائیں، دنیا کی بے ثباتی اور زادِ آخرت کی اہمیت کا تذکرہ شروع ہوا تو امیدوں کے بندھن ٹوٹتے نظر آنے لگے، آرزوں، تمناؤں کے جنازے نکلتے دکھائی دینے لگے، دنیا ایک ایسی مشاطہ کی صورت میں نمودار ہونے لگی جو اپنے چاہنے والے سے منھ پھرا کر چل دی ہے، انسان کے دل و دماغ میں زہد و تقویٰ کے علم نصب ہو گئے۔ موت کی ہولناکی اور اس سے عبرت اندوزی کی تعلیم دینے پر آئے تو نظروں کے سامنے خوف و دہشت کے سائے لہرا گئے۔ قافلے اجڑتے دکھائی دینے لگے، راہیں سنسان ہوتی محسوس ہونے لگیں ایک ایسی وادی کی طرف ہم اپنے کو بڑھتا محسوس کرنے لگے جہاں سب تنہا ہیں۔ کسی کا کوئی پرسان حال نہیں۔ زندگی ایک مٹ جانے والے دھوکے، ایک غروب ہو جانے والی روشنی ڈھل جانے والے سائے اور جھکے ستون کی صورت میں نظر آنے لگی جس کے گرانے کے لئے ایک معمولی زلزلے کا جھٹکا کافی ہے، حقائق و معارف کی وہ تجلیاں نمودار ہوئیں کہ طور احساس سرمہ ہو کر رہ جائے اسی کے ساتھ ساتھ جب جہاد پر آمادہ کرنا چاہا تو لہو گرما دیا، ایک ایک اشارہ انگشت سے مدہوشی اور غفلت کے پردے چاک کر کے رکھ دیئے انسان میں وہ جوش عمل پیدا کر دیا کہ وہ ستاروں کے جگر چاک کرنے پر آمادہ ہو جائے وہ ولولہ

پیدا کر دیا کہ وہ حدود عالم کی طنابیں توڑ کر وسعت افلاک پر چھا جانے کے خواب دیکھنے لگے۔

ہزاروں خطبات دے ڈالے جو اتنے فصیح کہ فصحاء دنگ رہ گئے۔لبنان کا عیسائی ادیب جارج جرداق چیخ اٹھا کہ یہ بلیغ ترین کلام ہے،ابن ابی الحدید پکارا ٹھے کہ آپ سے زمانے نے فصاحت و بلاغت کو سیکھا ہے محمد عبدہ پر کچھ ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ وہ عالم وجد میں رقم طراز ہو گئے کہ مجھے کتاب پڑھتے وقت ایسا تصور ہو رہا تھا جیسے لڑائیاں چھڑی ہوئی ہیں، نبرد آزمائیاں ہو رہی ہیں، بلاغت کا زور ہے اور فصاحت پوری قوت کے ساتھ حملہ آور ہے،توہمات شکست کھا رہے ہیں،شکوک و شبہات پیچھے ہٹ رہے ہیں،خطابت کے لشکر صف بستہ ہیں،طلاقت لسانی کی فوجیں شمشیر زنی اور نیزہ بازی میں مصروف ہیں، وسوسوں کا خون بہایا جا رہا ہے اور توہمات کی لاشیں گر رہی ہیں۔۔۔۔۔کبھی اپنے کو اس عالم میں پاتا ہوں جہاں معانی کی بلند روحیں، خوشنما عبارتوں کے جامے پہنے ہوئے پاکیزہ نفوس کے گرد چکر لگاتی نظر آ رہی ہیں،کبھی ایسے جملے سامنے آجاتے ہیں جو معلوم ہوتا ہے تیوریاں چڑھائے اور دانت نکالے ہوئے ہولناک شکل میں آگے بڑھ رہے ہیں۔۔۔۔۔بعض اوقات میں جیسے مشاہدہ کرتا ہوں کہ ایک نورانی عقل بارگاہ خداوندی سے الگ ہوئی اور انسانی روح سے متصل ہو کر اس کو طبیعت کے پردوں اور مادّیت کے حجابوں سے نکال لیا اور اسے عالم ملکوت تک پہنچا دیا اور تجلیات ربانی کے مرکز تک بلند کر دیا اور لے جا کر عالم قدس میں ساکن بنا دیا بعض لمحات معلوم ہوتا ہے کہ حکمت کا خطیب صاحبانِ اقتدار اور قوم کے دینی حل وعقد کو للکار رہا ہے اور انھیں سیاست کے باریک نکتے سمجھا رہا ہے۔

ہزاروں خطبے دے ڈالے جو اتنے حسین کہ بیروت کا شہرہ آفاق مسیحی ادیب بولس سلامہ بول اٹھا کہ یہ چنے ہوئے پھولوں کا ایک باغ ہے جس میں پھولوں کی لطافت،چشموں کی صفائی اور آب کوثر کی سرمستی ہے،جس کی سطح اور کنارے تو آنکھوں سے نظر آتے ہیں مگر تہہ تک پہونچنے سے نظریں قاصر ہیں۔۔۔۔۔اتنے بااثر کہ اگر سن لے تو گبِ آہن سے لہو ٹپکنے لگے، سنگساروں سے شراب ابلنے لگے،موج دریا سے شرارے اٹھنے لگیں۔۔۔۔روحانیت کے نکات بیان ہو رہے ہوں تو مادیت میں رچا بسا انسان عالم لاہوت کی سرحدوں کے چھو لے،اگر قہر الٰہی کا تذکرہ ہو تو قہرمانانِ عالم کانپ کانپ جائیں۔ ہر ہر لفظ انسانی وجدان کو جھنجھوڑ کر رکھ دے، ہر ہر فقرہ ایسا کہ روح کے تار جھنجھنا جائیں،دوزخ کا تذکرہ ہو تو انسان یخ بستہ فضاؤں میں شعلوں کی آنچ محسوس کرنے لگے، جنت کا ذکر ہو تو دنیاوی جہنم زاروں میں بادنسیم کی سرسراہٹیں سنائی دینے لگیں، فضا بھینی بھینی سی خوشبو سے پر ہو کر گنگنا اٹھے، بے آب وگیاہ ریگزاروں میں ہزارہا کوثر چھلک جائیں، آتشکدوں میں شبنم برس جائے۔ ہر طرف شادمانیاں رقصاں نظر آنے لگیں۔۔۔۔۔۔اتنے پر زور کہ نطق وکلام کا طوفان ذہن انسانی کو بہاتا چلا جائے یہاں تک کہ ایسے ایسے ''کافر شعور''، جو کسی بات کو بغیر ''چوں و چرا'' کے ماننے

پر تیار ہی نہیں ہوتے، ہر ہر بات پر'' آمنا وصدقنا'' کہہ کر سجدہ ریز نظر آنے لگیں۔

اتنے لطیف کہ دقیق مطالب کے قافلے اس سبک رفتاری کے ساتھ شعور کی وادیوں کو طے کر جائیں کہ قدم کی چاپ تک کا احساس نہ ہو، نہ غور وفکر کی حاجت نہ دماغ سوزی کی ضرورت ہر مطلب چاہے کتنا ہی مشکل ہو، کتنا ہی باریک ہو اس طرح بیان ہو رہا ہے کہ ذہن خود بڑھ بڑھ کر استقبال کر رہا ہے جو کچھ بیان ہو رہا ہے کچھ ایسے مانوس لہجے میں کہ انسان بزبان حال یہ مصرع پڑھ اٹھے کہ ع

''میں یہ سمجھا تھا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے''

اسی کے ساتھ ساتھ اتنے گہرے کہ ایک ایک فقرے میں کانت اور ہیگل کے پورے پورے فلسفے سما جائیں، ایک ایک جملے میں مفہوم ومعانی کی دنیائیں آباد، ایک ایک لفظ میں حقائق و معارف کے سمندر پوشیدہ، علم ومعرفت کے دریا موجزن الفاظ کے قالب میں نا قابل بیان حقیقتوں کو مرئی صورت میں ڈھال دیا۔۔۔۔۔۔سلاست وروانی کی وہ کیفیت ہے کہ موج ہوا کی سبک سیری قربان ہو جائے معلوم ہوتا ہے کہ ایک نورانی فرشتہ عالم بالا کی طرف مائل پرواز ہے، منزلیں گرد کے مانند اُڑی جا رہی ہیں، ستارے ہانپ ہانپ کر ساتھ چھوڑ رہے ہیں۔ مریخ وعطارد کی بلندیاں معافی مانگ مانگ کر الگ ہو رہی ہیں مگر الفاظ کا کارواں اس طرح رواں دواں ہے کہ رکنے کا نام ہی نہیں لیتا۔

مسجد رسولؐ کا منبر شاہد ہے کہ علیؑ کی سخن رانی کی کیا کیفیت تھی۔ کھڑے ہو کر خطبہ دینا شروع کر دیا تو نطق وکلام کے جھرنے پھوٹ بہے۔ کبھی کہہ دیا کہ ''جو کچھ پوچھنا ہے پوچھ لو۔'' کسی نے بڑھ کر ''تقدیر'' کے متعلق سوال کر دیا تو نا قابل فہم معمّہ اس طرح حل کر کے رکھ دیا گویا دو اور دو چار کی گنتی ہو۔ کسی نے آکر اسلام کی حقانیت پر شک کا اظہار کر دیا تو کفر و باطل کی دھجّیاں بکھیر کر رکھ دیں، اک آگ ہے جو خرمن باطل کو جھلستی چلی جا رہی ہے۔ ایک شخص نے آکر حضرت موسی کے خوفزدہ ہونے کی وجہ دریافت کر لی تو اس طرح لب کشا ہوئے کہ غلط فہمیوں کے بادل چھٹتے چلے گئے۔ حقیقتیں جلا پا کر نمودار ہوتی چلی گئیں۔ کبھی پیغمبرؐ اسلام کا ذکر آ گیا تو اس طرح مدح سرائی کی کہ روحِ کائنات کی کائنات سیرت کو چند جملوں میں سمیٹ کر رکھ دیا۔ الفاظ کے دامن میں وادی ایمن کا نور بھر دیا۔ سیرت کا حسن و جمال اس طرح الفاظ کے باریک پردوں سے نمایاں ہو گیا جیسے بامِ گردوں پر یکا یک جبین جبرئیل جھلک اٹھے۔ یہ عالم تھا علیؑ کی سخن رانی کا، یہ کیفیت تھی زورِ کلام اور قوت کلام کی۔

نہج البلاغہ کے ڈیڑھ ہزار صفحات فصاحت وبلاغت کا وہ کرشمہ ہیں جن کی مثال پیش کرنے سے دنیائے ادب عاجز ہے اور شدت گفتار کا وہ معجزہ ہیں جن کی نظیر قرآن کے علاوہ کہیں نظر نہیں آتی۔

علی کے خطبے نطق وکلام کا وہ اعجاز ہیں جن کے سامنے بڑے بڑے پُر گو سخن راں سربسجدہ ہیں، حسنِ ادا اور لطافت تعبیر کے وہ نمونے ہیں جو اپنا جواب آپ ہیں۔

مگر ان ہزار صفحات سے زیادہ فصیح اس لاجواب

کلام سے بلیغ تر اور ان ہزاروں خطبات سے زیادہ پُرزور خطبہ شقشقیہ سے زیادہ فصیح، خطبہ غرا سے زیادہ پُرمعنی، مسائل الٰہیات پر آپ کی تمام گہرافشانیوں سے زیادہ فکر انگیز، ترغیب جہاد کے متعلق آپ کے تمام خطبوں سے زیادہ بلند بانگ، بے ثباتی دنیا کے متعلق آپ کے تمام ارشادات سے زیادہ انوکھا، اہل صفین و جمل سے آپ کے تمام خطابات سے زیادہ تیکھا، حقیقت خداوندی کے متعلق آپ کے تمام ارشادات سے زیادہ وجدآور، جنت و دوزخ کے متعلق آپ کی عام تقاریر سے زیادہ مسحور کن، پوری عمر کے ان تمام بے مثل خطبات، لاجواب سخن رانیوں، لاثانی خطابات سے زیادہ فصیح، زیادہ فکر انگیز، زیادہ پرمعنی کلام ہے۔۔۔۔ آپ کا پچیس سالہ سکوت۔

یہ سکوت نہیں، ایک مسلسل کلام ہے، مسلمانوں سے ایک ایسا خطاب ہے جو تیس سال تک ایک لمحے کے لئے نہیں ٹوٹا۔ یہ پچیس سالہ سکوت ایک ایسا وسیع و عریض بادل ہے جس کے اندر مفہوم و معانی کی ہزارہا بجلیاں پوشیدہ ہیں، ایک ایسا بحر ناپیدا کنار ہے جس کے اندر مسلمانوں کے نام پیغامات کے نہ جانے کتنے گہر ہائے آبدار چھپے ہوئے ہیں۔۔۔۔۔ ایسے پیغامات کہ اگر وہ افراد کے دلوں کی گہرائیوں میں اُتر جائیں تو آج بھی قوم کا مستقبل سنور سکتا ہے۔

یہ پچیس سالہ سکوت علیؑ کا سب سے زیادہ وجدآور اور مسحور کن کلام ہے جس کا جواب پیش کرنے میں تاریخ انسانیت قاصر ہے۔ بڑے بڑے ہفت خوان فتح کرنے والے سورما اس منزل پر آکر ہتھیار ڈال دیں۔ بڑے بڑے ستاروں پر کمندیں ڈالنے والے جواں مرد بیاں ٹھٹھک کر الگ ہوجائیں یہ کسی گوشہ نشین انسان کا سکوت نہیں جو بس کسی دامن کوہ کی تنہائی میں بیٹھ کر ''اللہ اللہ'' کرنے کا عادی ہو، کسی مسکین و ناچار کا ''سکوت''، نہیں جس کے رعشہ دار دست و بازو زندگی کے بپھرے سمندر کی موجوں میں اپنا سفینۂ حیات کھینے کی طاقت ہی نہ رکھتے ہوں۔ یہ کسی گنگ صفت، انسان کا سکوت نہیں جس کی زبان میں گرہیں پڑی ہوئی ہوں جو اپنی بات ادا کرنے کی صلاحیت ہی نہ رکھتا ہو، دوسروں تک اپنا مافی الضمیر پہنچانے کی قدرت ہی نہ رکھتا ہو۔۔۔ بلکہ یہ ایک فعال انسان کا سکوت ہے، ایک ایسے انسان کا سکوت ہے جس نے کفار کے لشکر کاٹ کر رکھ دیئے جس کی نگاہوں سے افلاک لرزتے تھے، جس کی تلوار نے میدان بدر میں بڑے بڑے شہسواروں کو غرق خون کردیا، میدان احد میں شدت کی چکی بن کر دشمنوں کو پیس کر رکھ دیا، خیبر و خندق میں اپنا لوہا منوالیا۔ یہ ایک ایسے انسان کا سکوت ہے جو گرمیٔ گفتار سے محفلوں کی محفلیں پھونک دیا کرتا تھا، یہ ایک ایسے انسان کا سکوت ہے جو نہ جانے کتنی بزموں کا چراغ رہ چکا تھا۔ یہ ایک ایسے انسان کا سکوت ہے جو نہ جانے کتنے دلوں کا قبلہ محبت تھا جس کی ذات نہ جانے کتنی جبین ہائے عقیدت کے لئے اب بھی آستانہ مودت کی حیثیت رکھتی تھی۔۔۔ یہ کسی ایسے انسان کا سکوت بھی نہیں تھا جس کی صلاحیتوں پر گردش زمانہ کی گرد جم چکی ہو، جو اپنے دور شباب سے نکل کر اس منزل پر پہونچ چکا ہو جہاں انسان کے پاس سوا ماضی کی

خوشگوار یادوں کے کچھ نہیں رہ جاتا بلکہ یہ اس شخص کا سکوت تھا جس کی تلوار اس منزل کے بعد پھر ایک دفعہ صفین وجمل میں اس طرح چلنے والی تھی کہ تاریخ کو کلمہ پڑھنا پڑ جائے جو ایک بار پھر ''شمع محفل'' بننے والا تھا جو ایک مرتبہ پھر منبر پر گیا تو ایسی سخن رانیاں کیں کہ دنیا ششدر رہ گئی۔

یہ پچیس سالہ سکوت علیؑ کا سب سے زیادہ بلند بانگ اور واضح کلام ہے کیوں؟ اس لئے کہ یہ ایسے حالات میں اور ایسے مکمل طور پر ہوا کہ ہر ایک کی نگاہیں فطری طور پر اس طرف مڑنے پر مجبور ہیں۔ اگر کوئی ایسا انسان جس کی عمر ''دار و گیر'' اور جدال وقتال میں گذر گئی ہو جو ایک عرصہ تک رزم و بزم کا مرد میدان رہ چکا ہو، ایک دم سے گوشۂ تنہائی اختیار کر لے نہ کسی جنگ میں نظر آئے نہ کسی بزم میں دکھائی دے تو ناممکن ہے کہ لوگ ادھر متوجہ نہ ہوں اور اس کا سبب اور مفہوم معلوم کرنے کی کوشش نہ کریں۔

یہ پچیس سالہ سکوت علیؑ کا فصیح ترین اور سب سے زیادہ فکر انگیز کلام ہے۔ علیؑ بزبان سکوت کہہ رہے ہیں کہ دیکھو میں نے پچیس سال تک کن حالات میں اور کس طرح سکوت کیا۔ کس لئے؟ صرف اس لئے کہ مسلمانوں کا شیرازہ منتشر نہ ہونے پائے، وحدت امت برقرار رہے اور اسلام کا وقار قائم رہے۔ اگر آج میں تلوار سوت کر میدان میں آجاتا تو شاید اسلام کے نام پر اپنا مفاد حاصل کرنے والے تمام افراد کا ایک لمحے میں قلع قمع ہو جاتا۔ لیکن صرف اس اندیشہ کی بنیاد پر کہ مسلمانوں کی خانہ جنگی کے نتیجے میں اسلام کی آواز ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاک وخون میں نہ ڈوب جائے اور تسبیح امت کے دانے پاشان و پریشاں نہ ہو جائیں، خون کے گھونٹ پی پی کر رہ گیا مگر تلوار کو نیام سے باہر نہ آنے دیا۔ صرف اس وجہ سے مسلمانوں کی دل شکنی اور اسلام کو نقصان نہ پہنچ جائے میں نے لب سے ایک لفظ نہ نکالا۔

میں نے کن حالات میں سکوت کیا؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ میں پھولوں کی سیج پر آرام کے ساتھ خاموش زندگی گزار رہا تھا؟ نہیں! ہر لمحہ ایک تازہ مصیبت اور ہر ساعت تازہ غم والم کے پیغام لے کر آتی تھی۔۔۔۔۔ وہ حالات تھے جن میں سن رسیدہ بالکل ضعیف اور بچہ بوڑھا ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔۔ آنکھوں میں غبار و اندوہ کی خلش تھی اور حلق میں غم و رنج کے پھندے لگے ہوئے تھے۔ میں اپنی میراث کو لٹتے ہوئے دیکھتا رہا مگر خاموش رہا۔

میں نے ذوالفقار کی پیاس کو مسلمانوں کے خون سیہ سے بجھانا پسند نہ کیا۔ میں نے اپنے حقوق کو چھنتے دیکھا مگر خاموش رہا۔ محسن کو شہید ہوتے دیکھا مگر خاموش رہا، سیدہ کے گھر کے باہر لکڑیوں کا انبار دیکھا مگر خاموش رہا، لکڑیوں سے شعلے بلند ہوتے دیکھے مگر خاموش رہا، رسولؐ کی بیٹی پر دروازہ گرایا جانا دیکھا مگر خاموش رہا۔۔۔۔ میں نے کہا کہ ''خدا کی قسم جب تک مسلمانوں کے امور کا نظم ونسق برقرار رہے گا اور صرف میری ہی ذات ظلم وستم کا نشانہ بنی رہے گی میں خاموش رہوں گا'' تا کہ اسلام کا وقار مجروح نہ ہو۔ اسلام کوئی اور نہیں وہی ہے جس کی خاطر میں نے شعب ابی طالبؑ میں مصیبتیں جھیلی ہیں جس کی خاطر میں شب ہجرت اپنی جان پر کھیل گیا تھا۔ وہی ہے جس کی

خاطر میدان بدر میں میں اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر آ گیا تھا۔ یہ اسلام وہی ہے جس کی خاطر احد و خندق و خیبر میں اپنی ذات کو موت کے منھ میں ڈال دیا تھا۔ میں نے اپنی تمام عمر اسلام کے ناموس کی خاطر تلواروں کے سائے میں بسر کر دی اسی اسلام کی خاطر عمر کا ایک حصہ مصائب و آلام سہہ کر بھی گزار دوں گا۔

علیؑ کا سکوت قیامت تک کے مسلمانوں کو پیغام دے رہا ہے کہ دیکھو! اگر کبھی تمہارا ذاتی مفاد اور اسلام کا مفاد ٹکرا جائے تو ذاتی مفاد کو نظر انداز کر دینا۔ تمہارے اٹھنے بیٹھنے، تمہاری صلح و جنگ اور تمہاری گفتار و کردار کا محور، تمہاری ذات نہ ہونا چاہئے بلکہ تمہارا نظریہ حیات ہونا چاہئے، تمہارا دین ہونا چاہئے، تمہارا مذہب ہونا چاہئے۔ کیا اگر میں تلوار سونت کر میدان میں آ جاتا تو مجھے حکومت نہ مل جاتی۔ وہ بازو جو خیبر کو اکھاڑ چکا وہ ہاتھ جو ہزاروں سے مقابلہ کرنے والے عمرو کو دو ٹکڑے کر چکا، وہ تلوار جو بدر و احد میں دشمنوں کے لشکر کے لشکر چاٹ چکی اس کے متعلق کون سوچ سکتا ہے کہ اگر وہ ایک مرتبہ پھر نیام سے باہر نکل آتی تو تمام بادل چھنٹ کر نہ رہ جاتے۔ کس میں تاب تھی جو اس کی مار کے سامنے رک سکتا۔؟